ترجمه فارسی پارهٔ

از

طبقات محمد بن سعد کاتب الواقدی

در ذکر

فرستادن پیغمبر خدا قاصد از بسوی بادشاهان و قبائل عرب و رسیدن سفیران عرب نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمه نموده

مولوی محمد عبد الحمید صاحب اعظمگڈهی سلمہ اللہ تعالی

بحکم

نواب وقار الدوله وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین انتصار جنگ بهادر

بجهت افادهٔ طالب علمان مدرسة العلوم علیگڈه

سنه ۱۸۹۱ء

در مطبع مفید عام آگره طبع شد

بسم الله الرحمن الرحیم

ف ۲۹۷ تواریخ ن ۳۰ ۲۶۵۵

اما بعد این دو پاره ایست از طبقات ابن سعد که از زبان عربی بفارسی ترجمه شد
یکے از ان دو پاره در ذکر فرستادن پیغمبر خدا قاصدان را بسوی بادشاهان وقبایل
عرب است و دیگرے در رسیدن سفیرانِ عرب نزد آنحضرت صلی الله علیه وسلم
چون در تاریخ اسلام این آگهی از مهماتِ امور است که اسلام در اطرافِ عرب و
بلادِ دیگر چگونه اشاعت یافت واین هر دو پاره سرمایهٔ اینگونه آگهیها بود **نواب
وقار الملک بهادر** بنظر افادهٔ عام خصوصاً بغرض فائده طلبای اهل اسلام
خواستند که آن نسخه را که در جرمن بزبان عربی چاپ شده اصل قرار داده ترجمه اش
بزبان فارسی نموده چاپ کرده آید چه آن گزیده نسخه ایست و بصحت او اعتماد توان کرد۔

۳

طبقات ابن سعد کامل کتابے بزرگ بود کہ پانزدہ مجلد داشت مصنف باز آن را
اختصار کرد و یقین نیست کہ این پارہ ہا از کدام ہر دو ہستند لیکن از ہر چہ کہ باشند ہر دو لا
در ارزش و صحت آن پایہ است کہ دیگر نامہا مثلاً سیرۃ ابن ہشام وغیرہ در
رتبۂ آن نیست۔

ابن سعد کہ ابو عبد اللہ کنیت دارد و نامش محمد بن سعد بن منیع ازہری است
کاتب واقدی بود علامہ ذہبی او را در میزان الاعتدال ذکر کردہ و معتمد گفتہ۔ علامہ نووی
در تہذیب الاسماء واللغات آوردہ کہ اگرچہ استادش واقدی ضعیف است امّا او
خود ثقہ است۔ و علامہ ابن خلکان در ترجمہ اش چنین گفتہ کہ او از فضلا و بزرگان بود۔ با
واقدی زمانے صحبت داشت و بکار کتابت او بود و ہم ازین بود کہ بنام کاتب الواقدی
آوازہ گشت و حدیث از سفیان بن عیینہ و اقران او گرفت۔ و ابوبکر بن ابی الدنیا و
ابو محمد الحرث بن ابی اسامہ التیمی از وے حدیث آموختند و او کتابے بزرگ در طبقات
صحابہ و تابعین و خلفا تا زمان خویش رقم زد و در وے اجادت بکار برد و او در پانزدہ مجلد
دہم او را کتابے دیگر است کہ طبقات صغیر نام دارد و او راستباز و ثقہ بود و
مے گویند کہ تالیفات واقدی نزد چہار کس فراہم آمد کہ اوّل شان کاتبش محمد بن سعد
بود۔ و ابن سعد در علم حدیث و روایت گرامی پایہ داشت و بسیارے از کتب در
حدیث و فقہ تالیف نمود۔ و حافظ ابوبکر خطیب مصنف تاریخ بغداد در حق او نوشتہ
کہ محمد بن سعد نزد ما از ارباب عدالت بود و حدیثش بر راستی او گواہ است

اقبال اور تعمیر سیرت

مفتی عبد الــــودود

اقبال کی شہرت ایک شاعر اور فلسفی کی حیثیت سے ہے اور یہ دونوں ہی گفتار کے غازی زیادہ اور کردار کے غازی کم ہوتے ہیں ـ شاعر جو کچھ کہتا ہے کرتا نہیں ـ یقولون مالا یفعلون ـ فلسفی بھی عمل سے زیادہ فکر کے میدان کا شہسوار ہوتا ہے ـ اقبال اپنے بارے میں خود ہی کہتے ہیں ـ

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

لیکن یہ شاعر اور فلسفی کی ایک کمزوری ہے جس میں معصومیت پائی جاتی ہے اس لئے کمزوری ہونے کے باوجود پسندیدہ سمجھی جاتی ہے ـ ان کے بارے میں اسی لئے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کا اپنا عمل کیا ہے دیکھا یہ جاتا ہے کہ جو بات وہ کرتے ہیں وہ کیا ہے اورکیسی ہے ـ اس لحاظ سے ہمیں اقبال کے یہاں کسی بھی مسئلے کے متعلق جو باتیں ملتی ہیں ان میں وزن بھی ہے اور گہرائی بھی ـ اس لئے وہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہتیں ـ اقبال کی شاعری بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات کی نقیب ہے ـ ان کا فکر قرآن سے مستنیر ہے ـ ان کا اسلام کا مطالعہ کسی عالم دین کے برابر نہ ہو لیکن وہ اپنے شاعرانہ شعور کی مدد سے بات کی تہہ تک پہنچنے میں بہت سے عالموں سے آگے دکھائی دیتے ہیں ـ تعمیر سیرت کے موضوع پر ان کے افکار و خیالات ان کے کلام میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان کی نوعیت کسی عام تصنیف کی طرح کسی مربوط اور مسلسل بیان کی نہیں، نہ مقالے اور مضمون کی ہے ، جس میں عقلی اور نقلی دلائل سے بات کو مستحکم کیا جاتا ہے ـ شعر میں بات کہنے کا انداز نثر کے انداز سے مختلف ہوتا ہے ـ یہاں بات وضاحت اور صراحت سے

نہیں اشارہ اور کنایہ میں کہی جاتی ہے۔ اور یہی شاعری کا کمال ہے۔

بسرھنہ حرف نہ گفتن کمالِ گویائی است

حدیث خلوتیاں جز بہ رمز و ایمائیست

اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کنایہ صراحت سے بلیغ ہوتا ہے۔ عربی معولہ ہے الکنایۃ ابلغ من التصریح۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے ذہن کا رسا ہونا اور طبیعت کا اخاذ ہونا ضروری ہے۔

اقبال کے کلام میں تعمیر سیرت سے متعلق جو مطالب بیان ہوئے ہیں ان میں اسلامی تعلیمات اور دینی روایات کا پرتو عیاں ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اقبال کو اردو کے تمام شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ سیرت و کردار سے متعلق اقبال کے خیالات کا ایک سرسری خاکہ پیش کرتے ہیں۔

اقبال کا نظریۂ سیرت و کردار

بنیادی طور پر اقبال زندگی کو جہد مسلسل ، سعی پیہم اور کوشش ناتمام سے عبارت سمجھتے ہیں۔ قـــرار ، سکون اور آرام کو وہ زندگی کے لئے زہرِ ہلاہل جانتے ہیں۔ لیکن یہ جدوجہد ، سخت کوشی اور تگ و دو ان کی نظر میں ایک مسلسل عمل ہی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کی نوعیت تخلیقی ہے۔ یہ تخلیقی عمل انسان کو ایک قیمتی تحفہ کے طور پر عطا ہوا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اس دنیا کو ایک نئی صورت دے سکتا ہے اور اس میں ترتیب حسن اور نکھار پیدا کرکے ایک جہان تازہ آباد کر سکتا ہے۔ اقبال دنیا میں انسان کو شاہین (غالب نہ کہ مغلوب) جیسی زندگی گزارنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ حریت ، جوانمردی اور غیرت و خودداری کو اپنانے کا درس دیتے ہیں۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات کی تسخیر کے لئے سورج کی طرح تب و تاب (عمل کی حرارت) پیدا کرنے کا سبق دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ور بیابی چوں شرار از خود مرو
در تلاشِ خرمنے آوارہ شو

تاب و تب داری اگر مانند مہر
پا بنہ در وسعت آباد سپہر

سینۂ داری اگر در خورد تیر
در جہاں شاہیں بزی شاہیں بمیر

زندگی را چیست رسم و دین و کیش
یک دم شیری بہ از صد سال میش

تسخیر فطرت اور تسخیر کائنات ھی ایک ایسا مقصد نہیں جو اس کے پیش نظر رہتا ہے بلکہ ایک بلند اخلاق کا حامل انسان بلند تر اخلاقی مقاصد کے حصول کے لئے بھی کوشاں رہتا ہے۔ اقبال اعلیٰ سیرت و کردار کی خصوصیت کی تشریح اپنی مثنوی اسرار خودی میں اس وقت کرتے ھیں جب وہ حضرت علیؓ کے بعض ناموں میں پنہاں مطالب کی ترجمانی کرتے ھیں۔ ان کے نزدیک بو تراب کے لقب کا مستحق صرف وہ شخص ہے جو اپنے مادی وجود اور ھوا و ھوس پر غلبہ پالیتا ہے۔ ایسا شخص پھول کی طرح نرم و نازک نہیں ھوتا بلکہ پتھر کی طرح سخت اور ٹھوس ھوتا ہے۔ وہ خود دار اور عمل کا پیکر ھوتا ہے۔ وہ اپنے زور بازو سے ایک نئے زمانہ کو وجود میں لاتا ہے۔ زندگی کے دوران اور موت کے وقت بھی وہ ھر جگہ جوانمردی کا ثبوت دیتا ہے۔ اقبال زندگی کو ایک ایسی قوت سمجھتے ھیں جو غلبہ پانے کے جذبہ سے نموپاتی ہے۔ ان کے نزدیک طاقت مشکلات سے فرار میں نہیں پنجہ آزمائی میں نشوونما پاتی ہے۔ وہ انسان کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اس کا مقام یاد دلاتے ھیں اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کچھ اصولوں اورضابطوں سے روشناس کراتے ھیں۔ افراد اگر خدا کی ودیعت کردہ صلاحیتوں،استعداد اور قوی کو بروئے کار نہ لائیں تو انسان کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ھونے کی بجائے موت کی آغوش میں ابدی نیند سے ھمکنار ھو جاتی ھیں۔

فرماتے ھیں -

ھر کہ در آفاق گردد بو تراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب

از خود آگاھی ید اللہی کند
از ید اللہی شہنشاھی کند

سنگ شو ، اے همچو گل نازک بدن
تا شوی بنیادِ دیوارِ چمن

گر نہ سازد با مزاجِ او جہاں
می شود جنگ آزما با آسماں

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
همچو مرداں جاں سپردن زند گیست

زندگی کشت است حاصل قوت است
شرح رمز حق و باطل قوت است

اے ز آداب امانت بے خبر
از دو عالم خویش را بہتر شمر

گویا وہ مسلسل اپنے علم اور ذھنی قوی میں اضافہ کرنے اور اپنی ذاتی استعداد کے بھرپور استعمال کی تلقین کرتے ھیں جس کے بغیر فرد ماحول کے رحم و کرم پر رھتا ہے ۔ اس کی اپنی قوت عمل مفلوج ھو کر رہ جاتی ہے -

تو کہ از نور خودی تابندۂ
گر خودی محکم کنی پائندۂ

چوں خبر دارم ز ساز زندگی
با تو گویم چیست راز زندگی

غوطہ در خود صورت گوہر زدن
پس ز خلوت گاہ خود سر بر زدن
زندگی از طوف دیگر رستن است
خویش را بیت الحرم دانستن است

فکر و عمل کی یہ صلاحیتیں غیروں پر تکیہ کرنے کی بجائے عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرتی ہیں اور اس کے لئے قوت و توانائی بخشتی ہیں ۔ لیکن یہ قوت اپنے بقا و استحکام کے لئے محبت اور عشق کے جذبہ کی محتاج ہے جو انسان کو دنیوی آلائشوں سے منزہ کرکے اس کا رشتہ اپنے خالق کے ساتھ استوار کرنے پر آمادہ کرتا ہے ۔

ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی
باہر نہیں کچھ عقل خدا داد کی زد سے
عالم ہے غلام اس کے جلال ازلی کا
اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

آخری سعر میں اس روح کی نشاندھی کی گئی ہے جو ذھنی عمل میں ھمیشہ موجود ھونی چاھئیے اور جس کے بغیر انسان اپنے فکر و عمل میں اللہ تعالی کی خوشنودی اور رضا کے تابع نہیں رہ سکتا ۔ وہ جانتا ہے کہ خدا کی رضا مقصود نہ ھو تو صلح بھی جو بظاھر نیک کام ہے سراسر بدی بن جاتی ہے اور اگر اس کی خوشنودی مطلوب ہے تو لڑائی بھی بلا شبہہ نیکی کی شکل اختیار کر لیتی ہے ۔ ھماری زندگی کا ایک ایک عمل صرف اور صرف اس کی منشاء و مرضی کے مطابق ھونا چاھئیے ۔

تابع حق دیدنش نادیدنش
خوردنش نوشیدنش خوابیدنش
قرب حق از ہر عمل مقصود دار
تا ز تو گردد جلالش آشکار

صلح شر گردد چو مقصود است غیر
گر خدا با شد غرض جنگ است خیر
هر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید
تیغ او در سینۂ او آرمید

اقبال کا مرد مومن نہ صرف خارجی طور پر حق کا پرستار اور باطل سے ٹکرانے والا ہے بلکہ وہ داخلی طور پر خود اپنی ذات سے بھی نبرد آزما رہتا ہے۔ وہ اپنے سفلی جذبات اور نفسانی خواهشات پر اس طرح جھپٹتا ہے جیسے چیتا هرن پر حملہ کرتا ہے۔

مرد مومن زندہ و باخود بجنگ
بر خود افتد همچو بر آهو پلنگ

ان اعلی و ارفع اخلاقی اور روحانی اقدار کا حامل انسان تعمیر خودی کے ذریعہ انتہائی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ هر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

توحید کا عقیدہ انسانی فکر وعمل کو بلند تر معانی سے آشنا کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی ذات اپنی جملہ صفات جلال و جمال کے ساتھ انسان کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔ اسی سے اس میں عزت نفس اور جوانمردی کے اوصاف پیدا هوتے هیں ۔ وہ بدی کی قوتوں سے مفاهمت اور تعاون کی بجائے ستیزہ کار رهتا ہے۔ وہ کسی طرح غیر اللہ کا سہارا لینا گوارا نہیں کرتا۔

خودی را مردم آمیزی دلیل نارسائی ها
تو اے درد آشنا بیگانہ شو از آشنائی ها
بدر گاہ سلاطین تا کجا این چهرہ سائی ها
بیا موز از خدائے خویش ناز کبریائی ها
محبت از جوانمردی بجائے می رسد روزے
کہ افتد از نگاهش کاروبار دلربائی ها